پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

مرزا بشیر الدین محمود کی ہولناک بدمعاشیاں

بشیر احمد مصری

کبھی خیال آتا اس مذہبی دھوکہ باز کو قتل کردوں لیکن ـــــ

الحافظ بشیر احمد مصری ۱۹۱۴ء میں ہندوستان کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوئے جہاں انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے عربی میں بی اے آنرز میں ڈگری لی۔ آپ جامعہ الازہر کے شعبہ عربی کے فارغ التحصیل ہیں اور لندن سے صحافت (JOURNALISM) میں بھی سند یافتہ ہیں۔ آپ کی زندگی کے بیس برس مشرقی افریقہ میں بسر ہوئے جہاں وہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر کے علاوہ بہت سی انجمنوں اور سماجی اداروں کے ذمہ دارانہ عہدوں پر کام کرتے رہے۔ ۱۹۶۱ء میں آپ نے انگلینڈ ہجرت کرلی۔ ۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۸ء تک پانچ برس آپ ماہنامہ ''اسلامک ریویو'' کے ایڈیٹر رہے اور اس دوران آپ ووکنگ مسجد کی تاریخ میں پہلے سُنی تھے جو امام مقرر ہوئے۔

الحافظ مصری صاحب برطانیہ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کے خطاب ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر تقاریر و مکالمات اور مختلف جرائد میں مضامین نے اس ملک میں انہیں ایک ادیبانہ اور فاضلانہ مقام دے دیا۔ امید ہے کہ قادیانیت پر اس مضمون میں الحافظ مصری نے اپنے ذاتی مشاہدات پر مبنی جن خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ سب مسلمانوں کی آنکھیں کھول دے گا۔ خصوصاً ان سیدھے سادھے مسلمان نوجوانوں کے لئے ان کے بیانات سبق آموز ہوں گے جو قادیانیت جیسے مذہبی دھوکہ بازوں کے دام فریب میں پھنس سکتے ہیں یا ان کی ''مظلومیت'' سے متاثر ہیں........ادارہ

میرے بہت سے دوستوں نے متعدد مرتبہ مطالبہ کیا ہے کہ میں قادیانیت پر مبنی اپنے مشاہدات اور خیالات قلم بند کروں تاکہ میری زندگی میں ہی وہ ضبط تحریر میں آجائیں۔ اس مختصر مضمون میں یہ ممکن نہیں کہ تفصیلات میں جایا جائے اس لئے میں اختصار کے ساتھ صرف ان حالات کا خلاصہ درج کر رہا ہوں جن کی بناء پر میں نے قادیانیت کی بے راہ رُو اور منافقانہ جماعت سے توبہ کی۔

۱۹۱۴ء میں سوء اتفاق سے قادیاں میں پیدا ہوا۔ میری پیدائش کی جائے وقوع کا حادثہ میری ۴۷ سالہ زندگی میں کلنک کا ٹیکہ بنا رہا۔ بچپن میں مجھے یہ ذہن نشین کرایا گیا کہ ''احمدیوں'' کے علاوہ دنیا بھر کے سب مسلمان کافر ہیں۔ یہ درس و تدریس اس انتہا تک تھا کہ خدا کی ذات پر ایمان بھی نہیں ہو سکتا جب تک کہ ''احمدیت'' کے بانی مرزا غلام احمد کی نبوت پر ایمان نہ ہو۔ نیز یہ کہ اس کے جانشین ہی اب بندے اور خدا کے درمیان وسیلہ ہیں۔

لیکن اس کے برعکس جب میں نے سن بلوغت

میں قدم رکھا تو اپنے ارد گرد قادیانیوں کی اکثریت کو بدکردار، عیار اور مکار پایا۔ اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں میں چند ایسے لوگ بھی تھے جو اس سلسلہ کے ابتدائی ایام میں اخلاص کے ساتھ اس جماعت میں شامل ہوئے تھے اور اس دھوکے کا شکار ہو گئے تھے کہ یہ تحریک اسلام میں ایک تجدیدی تحریک ہے لیکن اس قسم کے مخلصین کی تعداد بہت کم دیکھنے میں آئی ۔ اور پھر جن کو نیک و مخلص پایا ان میں بھی اکثر یا تو اتنے سادہ لوح تھے کہ اپنے گرد و نواح کے مذموم ماحول پر ناقدانہ نظر ڈالنے کی صلاحیت ہی نہ تھی اور یا پھر اپنے حالات کی مجبوریوں میں اتنے لاچار تھے کہ کچھ کر نہ پاتے تھے۔

نو عمری کے زمانہ میں اس قابل تو نہ تھا کہ ذہنی اعتبار سے اس بات کی اہمیت کو سمجھ سکتا کہ تحریک قادیانیت نے کس طرح اسلام کے مذہبی عقائد میں فتور ڈالنا شروع کر دیا ہے ' البتہ ان لوگوں کے خلاف میرا ابتدائی رد عمل بد اخلاقی اور جنسی بدکاریوں کی وجہ سے تھا۔ میری ذہنی اور روحانی نابالغی کی اس غیر پختگی کی حالت میں ہی قادرِ تقدیر نے مجھے طاغوتی آگ کی بھٹی میں پھینک کر میری آزمائش کی۔

میں ایک ۱۸ برس کا صحیح الجسم اور کسرتی نوجوان تھا جبکہ مجھے خلیفہ قادیان کا پیغام ملا کہ وہ کسی نجی کام کے سلسلہ میں بلاتے ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب کہ میں اس شخص کو نیم دیوتا سمجھا کرتا تھا اور اس جذبہ کے تحت میں نے اس پیغام کو باعث عزت و فخر کے طور پر لیا۔ مجھے گمان ہوا کہ "حضور" میرے ذمہ کوئی ایسا مذہبی کام لگانا چاہتے ہیں جو رازدارانہ قسم کا ہو گا۔

ہماری پہلی ملاقات باضابطہ اور مقررہ اسلوب کے مطابق رہی۔ خلیفہ مجھ سے ادھر ادھر کے ذاتی سوالات پوچھتا رہا اور میں باادب و احترام جواب دیتا رہا۔ رخصت ہوتے وقت مجھے یہ "حکم" دیا گیا کہ میں اس ملاقات کا کسی سے ذکر نہ کروں اور دوسری ملاقات کا تعین کر دیا۔ اس کے بعد مزید ملاقاتیں بتدریج غیر رسمی ہوتی گئیں اور مجھے رغبت دلائی گئی کہ میں ایک مخصوص "حلقہ ء داخلی" میں شامل ہو جاؤں۔

پتہ چلا کہ اس نیم دیوتا نے زناکاری کا ایک خفیہ اڈہ بنا رکھا ہے جس میں منکوحہ، غیر منکوحہ حتیٰ کہ محرمات کے ساتھ کھلے بندوں زناکاریاں ہوتی ہیں۔ اس عیاشی کے لئے اس نے دلالوں اور کٹنیوں کی ایک منڈلی منظم کر رکھی ہے جو پاکباز عورتوں اور معصوم دوشیزاؤں کو بہلا پھسلا کر مہیا کرتی ہے۔ جو عورتیں اس طرح ورغلائی جاتیں وہ اکثر ان خاندانوں کی ہوتی تھیں جو اقتصادی لحاظ سے جماعتی نظام کے دست نگر ہوتے تھے ' یا جن کے دماغ اندھی تقلید سے معطل ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی وجوہات اور مجبوریاں بھی تھیں جن کے باعث بہت سے لوگ اس ظالمانہ فریب کے خلاف مزاحمت کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ گاہے بگاہے جب بھی کوئی ایسا شخص نکلا جس نے سرکشی کی تو اس کا منہ بند کرنے کے لئے اسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا' اس کا مقاطعہ کر دیا جاتا یا شہر بدری کا حکم صادر ہو جاتا اور اس کے خلاف منظم طریق پر طنز و استہزاء کی مہم شروع کر دی جاتی تاکہ اس کی بات پر کوئی بھروسہ نہ کرے۔

مرزا خاندان مذہبی اثر ورسوخ کے علاوہ قادیان اور گرد و نواح کی اکثر زمینوں پر حقوق جاگیرداری بھی رکھتا تھا اور روحانی عقیدت کے ساتھ ساتھ ساکنین قادیان قوانین جاگیرداری میں بھی جکڑے ہوئے تھے۔ اپنے مکانوں کی زمینیں خریدنے کے باوجود بھی انہیں مالکانہ حقوق نہیں ملتے تھے اور ان کی زمین و مکانات جاگیردار کی اجازت کے بغیر غیر منقولہ ہی رہتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنا سب کچھ بیچ کر قادیان کی نام نہاد مقدس بستی میں اپنے بیوی بچوں کو بسانے کے لئے لائے تھے۔ اس قسم کے حالات میں اور خصوصاً اس زمانہ میں کون جرأت کر سکتا تھا کہ اس خاندان کا مقابلہ کرے۔ جن لوگوں نے ذرہ بھر بھی صدائے احتجاج بلند کی' وہ یا تو اس طرح مار دیئے گئے کہ بظاہر کسی حادثہ سے مرے ہوں اور یا پھر ایسے لاپتہ ہو گئے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ جب یہ سب ستم ہائے پارسائی ہو رہے تھے ' مسلمان علماء اپنی سادگی میں یہ گمان کئے بیٹھے تھے

کہ مرزائیت کو عقائد کی رو سے مناظروں اور مباحثوں کے میدانوں میں شکست دے دیں گے۔

جب میں اس انتہائی ذلیل اور وحشیانہ ماحول سے دوچار ہوا تو اپنی لاچارگی کے احساس سے دماغ مختل ہو گیا۔ مجھے ابھی تک وہ بیدار راتیں یاد آتی ہیں جن میں میں بے یارومددگار خاموش آنسوؤں سے اپنے تکیے تر کیا کرتا تھا۔ اس خیال سے کہ میری باتوں پر یقین نہیں کیا جائے گا، میں اپنے والدین کو بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ کیا اودھم مچا ہوا ہے۔ اسی طرح اپنے دوستوں سے بھی ان حالات پر تبادلہ خیالات نہ کر سکتا تھا کہ کہیں وہ خلیفہ کے مخبروں سے ذکر نہ کر دیں۔ میرے لئے ایک راستہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ کہیں روپوش ہو جاؤں لیکن اس کا ایک نتیجہ یہ ہوتا کہ یونیورسٹی میں میری تعلیم چھٹ جاتی۔ اس کے علاوہ یہ اخلاقی ذمہ داری بھی مانع تھی کہ اپنے والدین کو ان بدچلنیوں اور بدکاریوں سے لاعلمی کی حالت میں چھوڑ کر فرار ہو جانا ان سے دغا کرنے کے مترادف ہوگا۔

اس ذہنی کشمکش کی حالت میں یہ خیال بھی آتا کہ اس مذہبی دھوکہ باز کو قتل کر دوں لیکن باوجود کم عمری کے منطقی استدلال غالب آجاتا کہ قتل کی صورت میں عوام الناس یہ غلط نتیجہ نکال لیں گے کہ قاتل کوئی مذہبی متعصب تھا اور مقتول کو تاریخی اسناد ایک شہید کا درجہ دے دیں گی۔ پھر یہ بھی سوچتا تھا کہ ایک فوری اور ناگہانی موت اس شخص کے لئے عقوبت کی بجائے ایک نعمت بن جائے گی۔ اس قسم کا شخص تو ایسی موت مرنے کا مستحق ہوتا ہے جو معذبانہ ہو۔ محض اس لئے نہیں کہ وہ اس قسم کے بہیمانہ اور ظالمانہ افعال کرتا ہے بلکہ خصوصاً اس لئے کہ وہ یہ افعال مذمومہ خدا اور مذہب کے نام پر کرتا ہے۔

چنانچہ بعد کے حالات نے میری توجیہات کی تصدیق کی۔ انجام کار یہ شخص فالج میں مبتلا ہو کر کئی سال تک گھسٹتا رہا اور ایڑیاں رگڑتے جہنم رسید ہوا۔ ایک ڈاکٹر نے جو آخری ایام میں اس کا معالج تھا بتایا کہ وہ انتہائی ضعیف العقل ہو چکا تھا اور کلمہ یا اور کسی دعا کی بجائے فحش اناپ شناپ بکتے اس نے دم توڑا۔

ان سب توجیہات کے علاوہ ایک وجہ اور بھی تھی جس کے ماتحت میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس ایک فرد کا قتل بے نتیجہ اور بے اثر ہوگا۔ مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو چکی تھی کہ قادیان کے معاشرہ میں اس قسم کی بدچلنیاں اور بدمعاشیاں اس ایک شخص کے مر جانے سے ختم نہ ہوں گی۔ صرف یہ بدذات شخص اکیلا جنسی خبط میں مبتلا نہ تھا بلکہ اس کے دونوں بھائی اور نام نہاد "خاندانِ نبوت" کے اکثر افراد بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ اس جماعت کے سرکردگان جو ذمہ دارانہ عہدوں پر فائز تھے، ان میں سے بھی اکثر نمائشی داڑھیوں کو لہراتے اپنے اپنے سیاہ کاریوں کے اڈے جمائے بیٹھے تھے اور یہ سب کچھ ان لوگوں کی آپس میں اس خاموش تفہیم کے ماتحت ہو رہا تھا کہ "تم میری داڑھی نہ نوچو تو میں تمہاری داڑھی نہ نوچوں گا"۔ درحقیقت قادیان کے نظام میں اعلیٰ عہدوں پر تقرر اکثر اسی قماش کے لوگوں کا ہوتا تھا جو مرزا خاندان کے اسلوبِ زندگی اور ان کی جنسی قدروں کو اپنا لیتے تھے، یعنی اس خاندان کی مطلق العنان جنسی قدروں کے مطابق جس خاندان کو یہ لوگ "خاندانِ نبوت" کے نام سے موسوم کرنے کی جرات اور گستاخی کرتے ہیں۔

یہ کوئی غیر متوقع بات نہ تھی کہ اس قسم کی اخلاقی قیود سے آزاد عیاشیوں کی افواہیں باہر بھی پھیلنا شروع ہو گئیں اور باہر سے اوباش نوجوان اس جماعت میں شامل ہونے لگے تاکہ ان جنسی پابندیوں سے آزاد ہو جائیں جو ایشیائی تمدن و ثقافت ان پر عائد کرتا ہے اور اس طرح یہ شیطنت مآب دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔

خلیفہ کے اس خفیہ اڈے سے قطع تعلق کر لینے کے بعد میری زندگی دائمی طور پر خطرہ میں رہنے لگی۔ اس کے غنڈوں نے سایہ کی طرح میرا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ ایسی مایوس کن اور پرخطر حالت میں میرے لئے کوئی چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ کھلم کھلا مقابلہ پر اتر آؤں اور انجام خدا پر چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں خلیفہ سے ملنے گیا اور اسے ایک تحریر کی نقل دکھائی جس میں میں نے اس کے کرتوتوں کی تفاصیل لکھی تھیں اور اس کے شرکائے جرم کے نام، تاریخیں وغیرہ

درج کی تھیں ۔ میں نے اسے بتایا کہ اس تحریر کی نقلیں میں نے بعض ذمہ دار احباب کے پاس محفوظ کرا لی ہیں اور انہیں ہدایت کی ہے کہ ان لفافوں کو میری موت یا میرے لاپتہ ہو جانے پر کھول لیا جائے ۔ اس حکمت عملی نے مطلوبہ مقصد پورا کر دیا اور میں بلاخطر آزادی سے قادیان کے گلی کوچوں میں پھرنے لگا ۔

جیسے جیسے مجھ پر قادیان کے اس گندے ماحول کا انکشاف ہوتا گیا' اسی نسبت سے میں مذہب سے بیزار ہوتا گیا ۔ صرف قادیانی مذہب سے ہی نہیں بلکہ مجموعی طور پر مذہب کے ادارے سے اور بتدریج یہ حالت دہریت تک پہنچ گئی ۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس سقیم حالت نے ایک روحانی خلاء بھی پیدا کر دیا' جس کو پر کرنے کے لئے میری تنہا ذات میں طاقت نہ تھی ۔ مجھے اپنے والد صاحب کو یہ سب حالات بتانا پڑے جو طبعاً ان کے لئے انتہائی صدمہ کا باعث ہوئے ۔ قدرتاً وہ ایک بچے کی باتوں کو بلا تصدیق مان نہیں سکتے تھے لیکن انہوں نے محتاط طور پر تحقیقات کرنا شروع کر دی اور کچھ عرصہ میں ہی ان پر ثابت ہو گیا کہ میں سچ کہہ رہا ہوں ۔

میرے والد صاحب نے اس نام نہاد خلیفہ کو ایک خط لکھا جس میں مطالبہ کیا کہ وہ ان الزامات کی تکذیب کرے یا اپنی بدکاریوں کا کوئی شرعی جواز پیش کرے یا پھر خلافت سے معزول ہو جائے ۔ اس خط کا خلیفہ نے کوئی جواب نہ دیا لیکن دو مزید خطوط کے بعد اس نے اعلان کر دیا کہ شیخ عبدالرحمان مصری (یعنی میرے والد صاحب مرحوم) اور ان کے خاندان کے سب افراد کو جماعت سے خارج کر کے ان کا مقاطعہ کیا جاتا ہے ۔ میرے والد صاحب کے یہ تینوں خطوط اس زمانہ میں چھپ گئے تھے ۔

اس قسم کے مقاطعہ کے اصل ہتھکنڈے یہ ہوتے تھے کہ کسی شخص یا خاندان کا کلیتاً بائیکاٹ کر کے اس کا "حقہ پانی" بند کر دیا جاتا تھا ۔ ان حالات میں ہمارے خاندان کی جانیں اتنے خطرہ میں تھیں کہ حکومت کو ہماری حفاظت کے لئے فوجی پولیس کے دستے متعین کرنا پڑے جو ۲۴ گھنٹے ہمارے مکان کے گرد پہرہ دیتے تھے ۔ ہم میں سے کسی کو بھی بغیر پولیس کی نگرانی کے گھر سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی لیکن باوجود اس قسم کی حفاظتی پیش بندیوں کے' مجھ پر اور میرے دو ساتھیوں پر قادیان کے بڑے بازار میں دن دھاڑے حملہ ہو گیا ۔ میرے ایک عمر رسیدہ ساتھی کو چاقو کا گھاؤ لگا جس سے وہ جاں بحق ہو گئے ۔ دوسرے ساتھی کو گردن اور کندھے پر چاقو سے زخم آئے اور انہیں کافی عرصہ ہسپتال میں رہنا پڑا ۔ مجھے پروردگار نے اس طرح بچا لیا کہ میرے ہاتھ میں ایک بڑا ڈنڈا تھا

مرزائیت کی طرف سے ایک نیا خطرہ پیدا ہو رہا ہے قادیانی ٹولے نے بین الاقوامی سیاست میں ناٹک کھیلنا شروع کر دیا ہے اور دشمنان اسلام سے ساز باز کر لی

جو میں حملہ آور کی کھوپڑی پر اتنے زور سے مارنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس کے سر سے خون بہنے لگا ۔ اس زخمی حملہ آور کو اس کے شرکائے جرم سہارا دے کر آناً فاناً غائب ہو گئے اور اسے ایک ایسی پوشیدہ جگہ میں چھپا دیا جو پہلے سے معین کر رکھی تھی ۔ لیکن پولیس اس کے سر سے ٹپکے ہوئے خون کے قطرات دیکھ کر وہاں پہنچ گئی اور اسے گرفتار کر لیا ۔ عدالت عالیہ میں اس کا جرم ثابت ہوا اور اسے پھانسی دی گئی ۔ اس زمانہ کی قادیانی "ریاست" میں امن و قانون کی اتنی برملا تحقیر تھی کہ قاتل کی میت کا جلوس دھوم دھام سے نکالا گیا اور خلیفہ نے خود نماز جنازہ پڑھائی جو قادیانی مریدوں کی نظر میں بہت بڑی عزت افزائی سمجھی جاتی تھی ۔

اس حادثہ کے بعد مسلمانوں کی ایک جمعیت

"مجلس احرار الاسلام" نے ہماری حفاظت کیلئے رضاکاروں کے جتھے بھیجنا شروع کر دئے جو فوجی پولیس کے علاوہ تھے ۔ ان رضاکاروں نے ہمارے بنگلے کے گرد میدان میں خیمے نصب کر دئے اور ہمارا گھر ایک محصور قلعہ کی طرح بن گیا ۔ اس اثناء میں مرزائی ٹولے نے میرے والد صاحب کو جعلی مقدمات میں الجھانا شروع کر دیا تاکہ جماعت میں ان کی ساکھ اٹھ جائے نیز یہ کہ ان پر مالی بوجھ پڑے ۔ الغرض وہ تمام کمینی چالیں چلی گئیں جن سے ان کی زندگی اجیرن ہو جائے ۔ اپنے گیارہ بچوں پر مشتمل کنبے کی پرورش کے لئے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہیں خاندانی زیورات اور گھر کے ساز و سامان بیچ کر گزارا کرنا پڑا ۔ ان آفات انگیز حالات کا سب سے بڑا سانحہ یہ تھا کہ اس دوران خاندان کے بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں خلل پڑ گیا ۔ ہم پر حملہ اور دیگر زیادتیوں کے حالات ہندوستان کے اخبارات میں باقاعدہ چھپتے رہتے تھے ۔

ہمارے خاندان کو سرکاری افسران کی طرف سے اور بہت سے مخلص دوست احباب کی طرف سے بھی یہ ترغیب دی جا رہی تھی کہ ہم قادیان سے نقل مکانی کرلیں اور ہم طوعاً و کرہاً لاہور منتقل ہو گئے ۔ گو "احمدیوں" کے لاہوری اور قادیانی فرقوں میں عقائد کے اعتبار سے کوئی لمبا چوڑا فرق نہیں لیکن کم از کم یہ پہلو تو رہا کہ لاہوری جماعت کا معاشرہ قادیانی معاشرہ کی طرح اخلاقی اور جنسی بدکاریوں میں ملوث نہ تھا ۔

میرے والد صاحب تو لاہوری جماعت میں شامل ہو گئے لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے، میرا ایمان بحیثیت مجموعی ہر مذہب سے اٹھ چکا تھا اس لئے میں نے اپنے آپ کو ان بندھنوں سے آزاد رکھا ۔ زندگی کے اس دور میں میرا تعلق مجلس احرار الاسلام کے سرکردہ احباب سے بڑھنا شروع ہو گیا جو میرے لئے بہت روح افزا ثابت ہوا ۔ ان بزرگوں میں سے بعض کے نام درج کرنا ضروری محسوس کرتا ہوں ۔ مثلاً سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب، مولانا حبیب الرحمان صاحب لدھیانوی، چوہدری افضل حق صاحب، مولانا مظہر علی صاحب اظہر وغیرہم ۔ ان سب کو قریب سے دیکھنے پر احساس ہوا کہ یہ لوگ نیک سیرت مسلمان اور پرخلوص دوست ہیں ۔

گو میرے والد صاحب نے میری دہریت کو ظاہراً تسلیم و رضا کے ساتھ قبول کر لیا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ دل میں یہ صدمہ ان کے لئے سوہانِ روح بنا ہوا ہے ۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے بہت دعائیں کرتے ہیں اور مجھے بھی نصیحت کرتے رہتے تھے ۔ میں دعاؤں کے ذریعہ اللہ سے ہدایت کا طالب ہوں ۔ اس کا جواب میں یہ دیا کرتا تھا کہ آپ مجھ سے ایک ایسی ہستی سے دعا کرنے کو کہہ رہے ہیں جس کا وجود ہی نہیں ۔ ایک عرصہ کے بحث مباحثہ کے بعد انہوں نے یہ مشورہ دینا شروع کیا کہ میں اپنی دعاؤں کو مشروطی رنگ میں کیا کروں ۔ اور میں نے اس قسم کے اٹپ شناپ الفاظ میں دعائیں کرنا شروع کر دیں "یا اللہ! مجھے یقین ہے کہ تیری کوئی ہستی نہیں، لیکن اگر تیری ہستی ہے تو اس کی کوئی علامت مجھ پر ظاہر کر ورنہ مجھے قابلِ الزام و ملامت نہ ٹھہرانا کہ میں تجھ پر ایمان نہ لایا" وغیرہ وغیرہ ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ راسخ العقیدہ مومنوں کی نظر میں اس قسم کی دعا کلمۂ کفر کے مترادف ہے اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی شانِ پاک میں بے ادبی ہے لیکن اس کے باوجود میری اس طرح کی دعائیں میرے لئے ایسی کارگر ثابت ہوئیں کہ ایک سال کے عرصہ میں ہی ان کے روحانی نتائج نکل آئے ۔ مجھے تواتر کے ساتھ دو خواب دکھائے گئے ۔ چونکہ وہ خواب شخصی اور نفسیاتی کیفیت کے ہیں، اس لئے ان کے بیان کرنے کی جرات نہیں کرتا ۔ صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہو گا کہ یہ خواب خصوصاً دوسرا خواب بہت لمبا، آسانی سے سمجھ میں آنے والا اور مربوط تھا ۔ ایسا کہ مجھ ایسے گنہگار کے لئے بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پر کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی ۔ یہاں پر اتنا بتا دینا مناسب ہو گا کہ دوسرے خواب کے آخری لمحات میں مجھے مرزائی خلیفہ کا چہرہ دکھایا گیا جو بھیانک طور پر سیاہ فام اور فسق و فجور سے مسخ شدہ تھا ۔

ان خوابوں کے بعد میرے دل و دماغ سے بہت بڑا

بوجہ اتر گیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اپنی کتاب زندگی کا نیا ورق الٹا کر باضابطہ اسلام قبول کر لوں۔ چنانچہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مجھے اپنے ساتھ مولانا محمد الیاس صاحب کے ہاں مہرولی لے گئے۔ مہرولی دلی سے چند میل پر وہ قصبہ ہے جہاں پر مولانا محمد الیاس صاحب نے تبلیغی جماعت کی بنا ڈالی تھی۔ اس طرح ۱۹۴۰ء میں میں مولانا محمد الیاس صاحب جیسے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہوا۔ اس مبارک موقع پر یہ حسن اتفاق تھا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب بھی موجود تھے۔ مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد مولانا محمد الیاس صاحب اور چالیس ۴۰ کے قریب معتقدین نے میرے حق میں دعا کی۔

۱۹۴۱ء میں میں مشرقی افریقہ ہجرت کر گیا۔ ہندوستان کو خیرباد کہتے ہوئے میرے احساسات مسرت و الم کا مرکب تھے۔ بمبئی کی بندرگاہ میں جہاز کے عرشہ پر کھڑے زیر لب میں قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کر رہا تھا "اور تمہارے پاس کیا عذر برات ہے کہ تم ان ضعیف و بے بس مردوں عورتوں اور بچوں کی مدد کے لئے اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے جو آہ و زاری سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نجات دلوا جس کے باشندے ظالم ہیں"۔ (سورہ النساء۔ آیت ۷۵)

افریقہ میں بیس سال کی سکونت کے بعد میں نے ۱۹۶۱ء میں انگلینڈ ہجرت کر لی جہاں پہلے ۳ برس کے قریب بطور طالب علم اپنی تعلیمی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے بعد "اسلامک ریویو" رسالہ کا بااشتراک ایڈیٹر بن گیا اور ۱۹۶۴ء میں شاہ جہاں مسجد ووکنگ کا سب سے پہلا سنی امام مقرر کیا گیا۔ یہ مسجد برطانیہ میں سب سے پہلی مسجد تھی اور اس زمانہ میں سارے یورپ کے اسلامی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی۔ پانچ سال کی امامت کے بعد ۱۹۶۸ء میں مستعفی ہو کر بذریعہ کار قریبا ۳۴ ممالک کا تین برس تک دورہ کرتا رہا جن میں زیادہ تر اسلامی ممالک تھے۔ اس دورہ کا اصل مقصد اپنی ایک دیرینہ خواہش کو پورا کرنا تھا کہ بلاتوسط بچشم خود مطالعہ کروں کہ اسلامی دنیا میں عوام الناس کس طرح اسلامی قدروں کو عملی طور پر نبھا رہے ہیں۔ میری ہنگامی اور نزاعی زندگی میں خدا نے جو سب سے زیادہ مسرت بخش اسلام کی خدمت کرنے کی مجھے توفیق دی وہ یہ تھی کہ ووکنگ مسجد کی امامت سے مستعفی ہونے سے قبل ایسے حالات پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس مسجد اور مرکز میں اب کبھی بھی کسی مرزائی امام کا تقرر نہیں ہو سکتا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

میں اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو ایک مشورہ دینے کی جرات کرتا ہوں اس توقع پر کہ مسلم اکابرین اور اسلامی حکومتوں کے سربراہ ان خیالات اور جذبات کو کما حقہ' اہمیت دیں گے۔ میرے یہ تاثرات قادیانیوں کے ساتھ عمر بھر کی آویزش اور تجربات پر مبنی ہیں۔ مرزائیت کے عقائد اور فرقہ بندیوں میں اب اسلام کے لئے کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔ اس مذہبی فریب کا بھونڈا چہرہ مدت سے بے نقاب ہو چکا ہے۔ اسلام میں بطور ایک دین حق کے پوری صلاحیت ہے کہ اس قسم کی غیر شرعی تحریکوں کا مقابلہ کر سکے۔ لیکن مرزائیت کی طرف سے اب ایک نئے قسم کا خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔ قادیانی ٹولے نے اب بین الاقوامی سیاست میں بھی ٹانگ کھیلنا شروع کر دیا ہے اور دشمنان اسلام کے پاس چوری چھپے اپنی خدمات بیچنا شروع کر دی ہیں۔ جاسوسی کا پیشہ ہمیشہ پرمنفعت ہوتا ہے' لیکن جب غیر

میں مذہب تک سے بیزار ہو گیا اور رفتہ رفتہ مجھ پر دہریت طاری ہو گئی۔ میرے اندر ایک روحانی خلاء پیدا ہو گیا جس کو پر کرنے کے لئے تنہا میری ذات میں طاقت نہیں تھی

ممالک میں جاسوسی کے اڈے مذہب کے نام پر تبلیغی مراکز کے بھیس میں کھولے جائیں تو یہ گماشتگی سود مند ہونے کے ساتھ خطرہ سے بھی آزاد اور آسان ہو جاتی ہے ۔ غیر مسلموں کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ ہماری طرف سے مرزائیت کی مخالفت محض مذہبی تعصب کی بنا پر ہو رہی ہے، وہ یہ حقیقت نہیں سمجھ پاتے کہ عقائد کے اختلافات کے علاوہ قادیانی منڈلی کو اسلام دشمن قوموں نے خرید رکھا ہے اور انہیں اسلامی ممالک میں اپنے سیاسی اور اقتصادی فوائد کو فروغ دینے کیلئے شریک کار بنا رکھا ہے ۔ ان سب ملاحظات کے علاوہ مرزائیت کی مخالفت کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ مسلم شرفاء کے دلوں میں یہ تشویش رہتی ہے کہ قادیانی معاشرہ کا رندانہ رنگ کہیں ان کے اپنے نوجوانوں پر نہ چڑھ جائے اور ان کی اخلاقی قدروں کو گھن نہ لگا دے ۔ OO

بشکریہ ندا ۔ لاہور ۲۱ ستمبر ۱۹۸۹ء

اللہ سے محبت ۔ اتباعِ سنت

جب لوگوں نے اللہ جل شانہ سے محبت کا دعویٰ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تمہیں محبوب بنالے گا"

اللہ جل شانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو اپنی محبت قرار دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ :

"تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کی خواہشات میرے احکام کے تابع نہ ہو جائیں"

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی ۔

مرسلہ :
محمد قادر بخش اعوان
بستی مولویان (رحیم یار خان)